Digitized by Khilafat Library Rabwah.

بقیہ
مبحث اثبات نبوت

یہ دونون اقسام دونون قوتون کے انسان مین دو طرح پر پائی جاتے ہین۔ ایک یہہ کہ دونون قوتین آپسمین مقابلہ و زور کرین۔ ہر ایک اپنی مقتضائے پر پورے زور سی چلنا چاہے ملکیۃ درجہ اول یا دوم اپنا پورا تسلّط چاہے۔ بہیمیت درجہ اول و دوم اپنا پورا تصرف۔ پہر جو دونون مین زور آور ہو وہ غلبہ پائے اور اپنا کام کرلے۔ دوسرے کے اثر و زور کو توڑ دے۔ دوسری یہہ کہ دونون آپسمین صلح و اتفاق کرلین۔ ملکیۃ اپنی تیزی و زور کو کم کردے اور اپنے افعال (عقل۔ پاکیزگی۔ فراخ حوصلگی۔ نفع رسانی غیر خیال انجام کار۔ وغیرہ وغیرہ) کے درجہ کمال سے کچہہ تنزل کری اور بہیمیت کچہہ ترقی کرے اور اپنے افعال (بے عقلی۔ آزادگی۔ خود غرضی۔ نقد طلبی وغیرہ وغیرہ) کو کہٹا دے۔

اس دو طرح کے **اتفاق و اجتماع** دونون اقسام ملکیۃ و بہیمیت سی کئی اقسام پیدا ہوتے ہین پر **عام اقسام** اُسکے آٹہہ ہین ؛

(۱) ملکیۃ درجہ اول کا بہیمیت درجہ اول کے ساتہہ زور و غلبہ سے اجتماع (۲) ملکیۃ درجہ اول کا بہیمیت درجہ اول کے ساتہہ صلح سے اجتماع (۳) ملکیۃ درجہ اول کا بہیمیت درجہ دوم کے ساتہہ زور سے اجتماع (۴) ملکیۃ درجہ اول کا بہیمیت درجہ دوم کے ساتہہ صلح سے اجتماع۔ اسی طور پر ملکیۃ درجہ دوم کے بہیمیت درجہ اول و دوم کے ساتہہ زور و صلح سے مجتمع ہونیسے چار قسم اور پیدا ہوتے ہین۔

ان مختلف اقسام اجتماع سے مختلف آثار پیدا ہوتے ہین اور جس شخص مین جس قسم کا اجتماع ہو اس سے اسی قسم کے مناسب افعال سرزد ہوتے ہین مثلاً جسمین درجہ اول کی بہیمیت ہوتی ہے وہ ریاضت و مشقت کے کام کرسکتا ہی۔ پہر اگر اسکی ملکیت بہی درجہ اول کی ہو وہ اپنی ریاضت و مشقت سی امور ریاضت و سیاست کے کام لیتا ہی اور جسکی ملکیۃ

درجہ دوم کی ہو وہ بوجہہ اُٹھانے اور اسکی مانند کامون مین مضبوط ہوتا ہی اور جسمین بہیمیت درجہ دوم ہوتی ہے وہ بہاری اور مشکل کامون سی جی چُراتا ہے پہر اگر اسکی ملکیۃ کامل ہوتی ہی تو وہ اُن کامون سے کنارہ کش ہوکر خدا کی طرف متوجہ اور اسکی یاد مین لگا رہتا ہی اور زاہد و صوفی بنجاتا ہے اور جسکی ملکیۃ درجہ دوم کی ہوتی ہے وہ اگر قید بہیمیت سی آزاد ہوتا ہی تو زاہد بنجاتا ہے ورنہ سُستی اور نالایقی سے سبہی کامون کو چہوڑ بیٹہتا ہے۔ پہر جن لوگون مین اِن قوتون کا اجتماع زور و غلبہ سی ہوتا ہے انمین اگر بہیمیت کا غلبہ ہوتا ہی تو وہ صرف جسمانی امور مین مصروف رہتی ہین۔ اور اگر ملکیۃ کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ صرف روحانی امور مین مشغول رہتے ہین اور جنمین اِن قوتون کا صلح و اتفاق سے اجتماع ہوتا ہی وہ جسمانی و روحانی دونون قسم کے کامون مین مصروف رہتی ہین۔ وقس علی ہذا۔

اسی اختلاف اجتماع ملکیۃ و بہیمیت سی وہ اختلاف سعادت (جسکی تشریح نمبر سابق مین گذری ہی) پیدا ہوا ہی مگر اسکا یہہ لازمہ نہین ہے کہ جس سے جو کوئی کام یا فعل (صفت بہیمی یا ملکی کے موافق) سرزد ہوتا ہے وہ اسمین مجبور ہے اور اسکا تبدل و تغیر ناممکن ہی۔ ملکیۃ کا تابع بہیمیت ہوجانا اور ہر ایک کا اپنی مقتضای سے کمزور و زور آور ہوجانا خود بتا رہا ہے کہ اُن افعال مین جو اُن قوتون سے سرزد ہوتی ہین تغیر و تبدل ممکن ہی اور یہ تغیر و تبدل بہی انسان کی جبلت و فطرت مین داخل ہے اس سی یہہ ثابت ہوا کہ بعض اشخاص (اہل سعادت قسم دوم و سوم جنکا ذکر و بیان نمبر سابق مین بصفحہ ۳۲۵ ہوچکا ہے) جنکو وہ سعادت سردست حاصل نہین باوجودیکہ یہہ عدم حصول انکی جبلت و فطرت سی پیدا ہوا ہی اس سعادت کو حاصل کرسکتے ہین اور یہہ امر بہی انکی جبلت و فطرت کے مخالف نہین۔

پہر اس **سعادت** کا حصول **دو صورت** سی ہوتا ہے **ایک** یہہ کہ انسان اپنی بہیمیت سی

اسمین اہل نیچر کے مذہب سی احتراز ہے جو ہر ایک انسان کے اخلاق کو اسکی فطرت و بناوٹ کا ایسا نتیجہ سمجہتی ہین جسکا تغیر و تبدل وہ ناممکن جانتی ہین دیکہو اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۳ صفحہ ۲۶۹ اور تفسیر اہل نیچر صفحہ ۱۸ وغیرہ۔

گویا خارج ہوجائے ایسی ریاضتین وندبیرین عمل مین لاوے جنسی طبعی افعال و آثار مین قصور و فتور واقع ہوا در اسکی تیزی و جوش مٹ جاوے - طبعی لذات کہانا - پینا - لوگون سے اختلاط کرنا - مرغوب چیزون کیطرف راغب ہونا - مکروہ چیزون سے متنفر کرنا چھوٹ جاوے - یہہ صورت پرانے اشراقیین فلاسفرون اور زاہدون اور راہبون کے عمل مین رہی ہے - اس صورت سے بعض لوگ تو اپنے مطلب و مراد کو پہنچ جاتے ہین اور بہتیرے دیکھتے ہی رہ جاتے ہین اور باوجود زہد و جفاکشی کامیاب نہین ہوتے -

دوسری صورت یہہ ہے کہ انسان اپنی بہیمیت کی اصلاح و درستی کرے اور اسکی کجی و زیادتی کو نکال ڈالے - باوجودیکہ اصل بہیمیت باقی رہے - لذیذ کھانے کھائے مگر نہ اس قسم کے اور اس قدر جس سے اسکی ملکیت کو نقصان پہنچے - لوگون سے اختلاط کرے مگر نہ اس حد تک کہ اپنی علوم و روحانی حظوظ کو بھول جاوے - یہ صورت ان لوگون مین پائی جاتی ہے جو ہادی یا مہذب خلائق کہلاتے ہین -

اس صورت **دوم** کے **حاصل** کرنے کے اصول بہت ہین پر ان سب کی اصل **اصول** چار خصلتین ہین - ان خصلتون کے التزام و اختیار کرنے سے یہہ صورت سعادت انسان کو حاصل ہوتی ہے -

اول پاکیزگی و ستھرائی جسکی حقیقت یہہ ہے کہ انسان نجاستون سے (جنسی طبع کو تنفر و انقباض ہوتا ہے اور جس ذاکس انسے اجتناب رکھتا ہے) بدن و لباس کو پاک رکھے -

دوم اپنے خالق کی جناب مین فروتنی - اسکی حقیقت یہہ ہے کہ خداوند واحد کی قدرت کی نشانیون اور مخلوقون مین غور و فکر علمین لاوے - جس سے روح یا نفس ناطقہ کو خدا کی طرف میلان ہوتا ہے اور اسکے آگے حواس و اعضا جھک پڑتے ہین چنانچہ عاجز رعایا کو اپنے بادشاہ کی دربار مین ایسی حالت طاری ہوتی ہے -

سوم فراخ حوصلگی - اسکی حقیقت یہہ ہے کہ نفس (یا روح) قوای بہیمیت کا تابع نہ ہو ہے اسکا

رنگ اسپر نہ پڑے۔ جب نفس امور معاش کیطرف متوجہ ہو (مثلاً کسی عورت کا اشتیاق کرے یا کسی اور لذت مین پڑے) تو اس سی صرف اپنی ضرورت پوری کرے جب اس سی فارغ ہو تو ایسا ہو جاے کہ گویا اس کام مین کبہی نہ تہا۔ ایسا نفس جب بدن سی مفارقت کرتا ہے نہایت انس و عمدہ عیش مین رہتا ہے۔ اپنے آپ مین ظلمانی و جسمانی لذات کے تعلق کا کچہہ اثر نہین پاتا۔ اس خصلت کے مقابلہ مین تنگ دلی و بخل کی خصلت ہی۔ جس نفس مین وہ خصلت ہو وہ ان جسمانی لذات مین منہمک ہو جاتا ہے اور وہ لذات اسمین ایسی موثر و متنقش ہو جاتی ہین جیسی کسی چیز پر مہر لگجاتی ہے۔

یہی وجہ ہی کہ فراخ حوصلہ لوگون کا اگر ظاہری نقصان ہو جاوی تو وہ اسکی پروا نہین کرتے اور تنگ دلون کا کچہہ جاتا رہی تو اسکے فراق مین مدہوش ہو جاتے۔

اس خصلت فراخ حوصلگی اور اسکے مقابل تنگدلی کے کئی نام و تعبیرات ہین جو بحسب موقع و محل استعمال کئے جاتے ہین۔ مال کے موقع پر ان خصلتون کو سخاوت و بخل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اشتہا شکم و شہوت نفس کے موقع پر انکو عفت و شہوت پرستی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ آرام و آسایش کے محل مین انکو صبر و بیقراری کہا جاتا ہے۔ مذہبی خیال سے ممنوع چیزون کے کرنے نہ کرنے کی نسبت انکا نام پرہیزگاری و بدکاری ہے۔

چہارم منصف مزاجی۔ یہہ ایک ایسی نفس کی صفت ہی جسکی سبب نفس سے ایسی افعال سرزد ہوتے ہین جن سے نظام بشری و تمدن بوجہ سہولت قایم رہی اور روح کی روحانیت زایل نہو اس صفت عدالت کی ضد ظلم ہے جس سی نظام بشری و تمدن تباہ ہو جاتا ہے اور انسان کی انسانیت مین فرق آجاتا ہے۔

یہ خصایل انسانی **فطرت** کے مناسب ہین اور فطرت انسان مین ان خصایل کا امادہ و ملکہ موجود ہے۔ ولیکن بعض لوگون کو انکی تحصیل یا تکمیل سے بعض امور داخلی یا خارجی مانع بہی ہو جاتے ہین اور یہہ امر بہی اسی فطرت سی تعلق رکہتا ہے۔

(280)

پہر انہی لوگون کے لئے ان موانع کے دور کرنے اور ان خصایل کے حاصل یا کامل کرنیکی اسباب بہی موجود ہین اور یہہ امر بہی اسی فطرت سی ناشی ہے -

وہ موانع وحجاب بہت ہین ازانجملہ ایک حجاب طبیعت بہیمیت ہی جسمین وہ لوگ مبتلا ہوتے ہین جو رات دن لوازم بہیمیت کہانے - پینے - مادہ سے جفت ہونے وغیرہ جسمانی لذات مین مصروف رہتے ہین - اور انکے سبب وہ روحانی کمالات سی تعلق نہین رکہتے - وازانجملہ حجاب رسم و رواج زمانہ ہے جسمین وہ لوگ مبتلا ہوتے ہین جو کسی نہ کسی وقت ان لوازم بہیمی ولذات جسمانی سے رہائی پاتے ہین اور اپنے کمال کو پہنچتے اور سعادت حقیقی کے حاصل کرنیکا قصد کرتے ہین مگر جب اپنی ابناے جنس کو انہی لوازم بہیمیت مین مصروف دیکہتی ہین تو انہی کے تابع ہو رہتی ہین وعلی ہذا القیاس -

ان موانع کے دور کرنے اور ان خصایل کے حاصل یا کامل کرنیکے یہہ اسباب ہین قوت عملیہ کو کام مین لانا اور یہہ سوچنا کہ انسان کیا چیز ہے اور اسکا کمال نوعی کیا ہے پہر اسکی مطابق عملی تدبیر کرنا - لذات بہیمی کو اعتدال پر لانا - اور رسوم فاسدہ کو ضوابط نظام عالم کی گہسوٹی پر لگانا - وعلی ہذا القیاس -

یہہ حقیقت وصفات انسانی کی تشریح ہے جس سی ایک جز مقدمہ سابعہ کا اثبات ہوا - اور بخوبی معلوم ہو گیا کہ انسان کیا چیز ہے ؟ اور اسکی صفات کیا ہین جو اسکو اور حیوانات ونباتات وجمادات سی ممتاز کرتی ہین - جن کا خلاصہ عام فہم یہہ صفات ہین (۱) عالم دنیوی کے متعلق قواعد وضوابط بنانا (۲) ان قواعد کے مطابق دنیوی اسباب وسامان مہیا کرنا (۳) ان قواعد کے سیکہنی بنانے مین ایک دوسرے سی تعلیم پانا (۴) ان قواعد واسباب مین جسمانی تربیت کی ساتہہ روحانی اصلاح کا بہی لحاظ رکہنا (۵) خدا کی توحید وصفات کو جاننا (۶) اسکا حق اور اسکا طریق ادای پہچاننا (۷) خالق ومخلوق دونون کے معاملہ مین ستہرائی فروتنی - فراخ حوصلگی منصفی کا پابند رہنا (۸) علوم غیبی کا جنکو عقل وقیاس وہم نہ پہنچی موجود ہونا

(۹) ان صفات کی ضدون ونقیضون کا بہی محل ہونا (۱۰) اوران سی علمی وعملی تدبیرون سے بچ سکنا وعلی ہذا القیاس -

ان صفات کا انسان مین بالفعل یا بالقوہ پایا جانا (میری دانست مین) ایسا محسوس ومشاہد امر ہے جیسے آفتاب مین روشنی اور آگ مین جلانا - اور چرند حیوانات مین گہاس چارہ کہانا اور پرندون مین اڑنا وعلی ہذا القیاس -

کوئی انسان صاحب ہوش وحواس وصحت واعتدال انسان مین ان صفات کے موجود ہونے سے شک وانکار نہین کرسکتا - اور کوئی نہین کہہ سکتا کہ انسان مین بُری چیز (جسکو† وہ بُرا سمجہتا ہے) کے کرنیکا مادہ اوراس سی پاکی وستہرائی حاصل کرنیکی طاقت نہین - کوئی نہین کہہ سکتا کہ انسان مین ظلم کرنے اور کسی چیز (اپنی مال یا جان) کو بے محل (جسکو‡ وہ بے محل سمجہی) رکہنی کی قوت اوراس سے بچنی کی طاقت نہین ہے -

---

† اسمین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگرچہ ممکن بلکہ واقعی امر ہے کہ بعض اشخاص بُری چیزون کو اچہا سمجہتے ہین مگر اُن کے نزدیک بہی کوئی نہ کوئی بُری چیز ہے مثلاً ہندو گوبر کو پوتر (یعنی پاک) سمجہتا ہی مگر بول وبراز انسانی کو تو وہ بہی بُرا سمجہتا ہے - شاید کوئی بن مانس ایسا بہی ہو جو اپنی بول وبراز کو بُرا نہ سمجہتا ہو - مگر کسی نہ کسی چیز کو وہ بہی بُرا سمجہتا اور نفرت کرتا ہوگا - وہ تو نام کا انسان ہے ہم حیوانات گائی - بہینس - گدہے - کتی کو دیکہتے ہین کہ جس گہاس یا چارہ یا اور کہانے کی چیز کو طبعاً بُرا سمجہتی ہین سونگ کر چہوڑ دیتے ہین اور ہماری مدعا کے اثبات کے لئے اسی قدر بس ہے -

---

‡ اسمین اسی قسم کا اشارہ ہے جو پہلے حاشیہ مین گذرا کہ اگرچہ بعض اشخاص کسی خاص چیز کو بے محل نہین سمجہتی مگر کسی نہ کسی چیز کو تو وہ بہی بے محل سمجہتی ہین -

جب ان روحانی صفات انسانی کا جو ظاہری آنکہہ سی دکہائی نہین دیتی ہین صرف چشم بصیرت سے نظر آتی ہین کوئی انکار نہین کر سکتا تو اسکی صفات مرئیہ و مشاہدہ سی کسیکو کہان گنجایش انکار ہے و مع ذلک کوئی انکے وجود سے انکاری ہوگا تو ہمکو ناچار و مجبور ہو کر کہنا پڑیگا کہ وہ حقیقی اور صحیح المزاج انسان نہین ہے گو ظاہراً صورت و لباس انسانی رکہتا ہے -

دوم تشریح نیکی و بدی

(بمعنی صفت* کمال و نقصان و مناسب و نامناسب باقتضائے فطرت انسانی)

تشریح اول مین ثابت ہو چکا ہے کہ انسان مین دو قسم کی صفات پائی جاتی ہین - قسم اول صفات بہیمی (یا حیوانی) جنمین انسان کے ساتہہ اور حیوانات و بہایم بہی شریک ہین - قسم دوم صفات ملکی (یا روحانی) جنکو انسان سے خصوصیت ہے - ان دونون قسم صفات کے مناسب و مخالف افعال و اشیاء جنکو بلحاظ اس مناسبت و مخالفت کے نیک و بد و مفید و مضر کہا جا سکتا ہے انسان کے لئے موجود ہین -

صفات بہیمی کے مناسب (نیک و مفید) وہ افعال و اشیاء ہین جنکی استعمال سی انسان کا مزاج طبعی درست رہی اور اسکی صحت و اعتدال مین فرق نہ آوے جیسی مناسب غذا (گوشت و روٹی) کہانا - آرام سے چلنا - بقدر مناسب سونا جاگنا و علی ہذا القیاس -

ان صفات کے مخالف (بد و مضر) وہ اشیاء ہین جنسی اسکا مزاج طبعی بگڑ جاوے صحت و اعتدال مین فرق آوے - جیسی معمولی غذا قدر مناسب سی زیادہ یا زہر کہانا - کوٹہہ پر سے کود پڑنا - افراط سے جاگنا - و علی ہذا القیاس -

اس قسم کے افعال و اشیاء نیک و بد بلحاظ مناسبت و نامناسبت طبیعت اور حیوانات و بہائم مین بہی پائے جاتے ہین - چرندہ جانور گہاس دانہ کہائے تو اسکا مزاج طبعی درست رہتا ہے گوشت کہالے یا معمولی چارہ حد سے زیادہ کہالے تو اسکا مزاج طبعی فاسد ہو جاتا ہے - گوشت خور

* اس تفسیر و بیان معنی کی وجہ سابقاً نمبر ۸ جلد ۴ مین بصفحہ ۲۳۴ بیان ہو چکی ہے ناظرین اسمقام کیطرف مراجعت فرماوین

پرندے و درندے گوشت کہالین تو صحیح المزاج رہتے ہین - گہاس گہائین تو طبعی اعتدال سے خارج ہوجاتے ہین وعلی ہذا القیاس -

ایسا ہی بعینہ انسان کی ملکی (یا روحانی) صفات کا حال ہے ملکیت (یا روحانیت) کے مناسب (نیک ومفید) وہ افعال واشیا ہین جنسے انسان کا روحانی مزاج قایم ومعتدل رہے - اسکی مخالف (بد ومضر) وہ افعال واشیا ہیں جنسے وہ مزاج بگڑجاوے اور انہین انسان ملکیت کو بہیمیت کے تابع کردے -

اِن دونون قسم کے افعال (موافق ومخالف روحانیت) کی کسیقدر تشریح ضمناً پہلے ہی ہوچکی ہے اس مقام مین اور بہی تشریح کیجاتی ہے -

(۱) انسان کا اپنے خالق کو ماننا (۲) اُسکی ذات وصفات مین غیر کو شریک یا نظیر نہ جاننا (۳) کسی نہ کسی طریق سے اسکا حق احسان وشکریہ نعمت ادا کرنا (۴) اپنے ابنائے جنس سے ہمدردی وسلوک سے پیش آنا - (۵) اُنکی جان ومال سے بیوجہہ وبلا استحقاق تعرض نہ کرنا ناحق خون - زنا - چوری - زبردستی - دہوکہ بازی نکرنا - اِس قسم کے افعال مین کہ ان سے انسان کی صحت روحانی قایم رہتی ہے اور ان افعال کے برخلاف وجود وخالق سے انکار کرنا - اُسکی ذات یا صفات مین کسیکو شریک جاننا - کسی نوع کا اسکا حق احسان نہ ماننا - اپنے ابنای جنس سے ظلم وتعدی پیش آنا - بلا وجہ کسیکو مار ڈالنا - بلا استرضا اور بدون کسی استحقاق وقانون کے کسی

† اِس بیان کو کوئی بیان نمبر ۲ جلد ۲ اشاعۃ السنہ کے متناقض ومخالف نہ سمجہے وہان شکر محسن کا وجوب شرعی عقل ثابت نہ ہونا - اور فطرت سے اسکا ثبوت نہ ماننا بیان کیا گیا ہے - اس مقام مین شکر کا وجوب فطرتی فطرت انسانی سے ثابت کیا جاتا ہے جس سے صرف یہہ مقصود ہے کہ یہہ شکر نعمت فطرت انسانی کے لئے مناسب ہے جیسے جہری کے لئے کاٹنا فطرۃً مناسب ہے آگے اسمین یہہ ادعا نہین ہے کہ اس شکر نہ شکری پر کوئی جزا وسزا اخروی ورضا وعتاب الہی بھی اسی فطرت انسانی سے ثابت ہوجاتی ہے جسکا تعلق ورود شرع صرف فطرت سے ثابت ہونا محال ہے پس اس بیان اور اس بیان مین کوئی تعارض متناقض نہین ہے -

عورت سے دست اندازی کرنا بلا وجہ کسی کا مال بالینا۔ دغا فریب کرنا۔ ایسے افعال ہیں جنسے مزاج ملکی (یا روحانی) انسان کا فاسد ہو جاتا ہے۔

اس امر کا علم و یقین پیدائش و صفات انسانی کا جادات و نباتات و حیوانات کی پیدائش و صفات پر قیاس و مقابلہ کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔

انسان کو خدا تعالیٰ نے اپنے وجود کا علم دیا ہے اور ادائے شکر احسان کے لایق کیا ہے اور تعاون و حسن معاشرت کے اصول و قواعد بنانے اور اسپر چلنے کا ملکہ و مادہ عطا فرمایا ہے جن سب امور سے حیوانات و نباتات وغیرہ خالی ہیں تو پھر اسمیں کیونکر شک کیا جا سکتا ہے کہ انسان کے لئے خالق محسن کا حق شکر نعمت ادا کرنا اور اسکے وجود کا اقراری ہونا اور قواعد تمدن و حسن معاشرت کا پابند رہنا روحانیت انسان کیلئے مناسب نہیں ہے۔

جب کسی چیز کو کسی خاص ہیئت و صفت پر دیکھا جاتا ہے تو اس ہیئت و صفت کے مناسب اس چیز سے کام لینا اس چیز کے لئے مناسب سمجھا جاتا ہے مثلاً (۱) لوہے کو اگر بشکل تلوار یا چھرے کے دیکھا جاتا ہے تو اسکے لئے کاٹنا مناسب سمجھا جاتا ہے سوئی کی صورت میں ہو تو اس سے سینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ توے کی صورت میں ہو تو اس پر روٹی پکانا مناسب نظر آتا ہے۔ پھر جن صفات پر انسان کو دیکھا جاتا ہے ان صفات کے لایق انسان کا کام کرنا کیونکر مناسب اور بلحاظ فطرت انسان نیک و مفید نہیں ہے۔

(۲) جو حیوانات گیدڑ وغیرہ کی طرح بلا توالد و تناسل پیدا ہوتے ہیں ان کے لئے صرف غذا کا طالب ہونا مناسب نظر آتا ہے۔ اسکے سوائے کوئی گھر۔ کھونسلہ۔ بل بنانا نر کا مادہ کو خاص کر لینا ضروری معلوم نہیں ہوتا۔ اور جو جانور جفت ہو کر انڈے۔ بچے دیتے ہیں اور انکو پالتے ہیں ان کے لئے یہ کام مناسب نظر آتے ہیں کہ وہ ایک نر و مادہ باہم اتفاق کریں اور اپنے لئے ایک کھونسلہ بنا دیں پھر انڈوں سے بچے نکالیں پھر انکے لئے دانہ تلاش کر کے لاویں۔ اور جس حالت میں انسان میں یہ صفت توالد و تناسل موجود ہے تو پھر کیا اسکے لئے کوئی گھر جو پختہ بنانا اور کوئی جورو مقرر کر لینا

اور اپنے بچون کو پالنا اور ان کا مون کے لئے اسباب و اصول مقرر کر لینا مناسب نہین ہے۔

(۳) اگر حیوانات وطیور جس مادہ کی طرف رجوع کرتے ہین اگر اسکی طرف دوسرا نر رجوع ہو جاتا ہے تو وہ اسپر غیرت کرتے ہین اور اس سے لڑتے اور کاٹتے ہین پھر جو غالب و زور آور ہوتا ہے وہ اس مادہ پر قابو پاتا ہے۔ اور اگر انکی جگہہ یا کھونسلے یا انکے متعلقین سے کوئی دوسرا حیوان وغیرہ مزاحمت کرنا چاہتا ہے تو وہ بشرط قدرت وطاقت انکی حمایت مین اس سے مزاحمت کرتے ہین حضرت انسان ان سب باتون مین ان سب حیوانات وطیور سے بڑھکر ہے۔ عورت ایسی چاہتا ہے جسکی طرف دوسرا شخص نگاہ بھی نکرے۔ گھر ایسا چاہتا ہے جسمین کوئی مداخلت کرسکے نہ پاوے۔ اپنے گھر۔ جان۔ مال اولاد کی ایسی حفاظت چاہتا ہے کہ انکی طرف کوئی بُری نگاہ سے نہ دیکھے۔ پھر کیونکر خیال کیا جاسکتا ہے کہ انسان کے لئے اپنے جان ومال۔ جورو۔ بچون مکان کو مزاحمت غیر سے بچانا اور اس مزاحمت کے روکنے کے لئے قوانین ازدواج۔ حدود۔ قصاص ومعاملات مقرر کرنا۔ اور انپر طریق معاشرت مین ان قوانین کا پابند رہنا روحانیت انسان کے لئے مفید اور مناسب نہین ہے۔ اور ان قوانین کے برخلاف جس عورت کو چاہتا کام مین لانا۔ جسکے مال کو پسند کرتا دبالینا۔ جس چیز کو چاہتا مار ڈالنا روحانیت انسان کے مخالف ومضر نہین ہے۔ ایسا خیال کرنا کمال نادانی ہے۔ اور اسمین انسان کو جمادات وحیوانات سے بھی ردی اور نکما ٹھہرانا ہے۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ انسان کی صفات بہیمی وروحانی دونون کی مناسب و نامناسب افعال واشیا جنکو بنظر اس طبعی وفطرتی مناسبت ومخالفت کے نیک وبد کہا جاسکتا ہے موجود ہین وہوالمدعا۔

چند اعتراض اور انکے جوابات

ہمارے اس بیان کو پڑھ سنکر کوئی یہہ تو نہین کہہ سکتا کہ ملکی یا روحانی صفتین (جو بیان ہوئی ہین) انسان مین بالفعل یا بالقوۃ پائی نہین جاتی۔ یا ان صفات کے مناسب و نامناسب افعال (نیک وبد) انسان مین موجود نہین۔ یہہ کہنا ایسا ہی جیسے آفتاب کی روشنی اور آگ کی گرمی سے

انکار کرنا جو بجز سوفسطائی منکر حقایق اشیاء کسی سے متصور نہین ہے اور سوفسطائی سی اسمقام ہمکو بحث نہین -

ھان شاید کوئی منکر نبوت و مذاہب یہہ **اعتراض**(۱) کرے کہ یہہ روحانی صفات اور انکے مناسب و نامناسب افعال نیک و بد **فطرتی** (مقتضای و داخل فطرت انسانی) **نہین** بلکہ **تعلیمی** (تعلیم و تربیت کے نتائج) **ہین** بعض لوگون نے اپنی عقل یا کسی مذہب کی تقلید سے بعض امور کو اچہا ٹہرایا ہے بعض کو برا - عام لوگون نے انکی تجویز و تعلیم کو مان لیا - عدالت کو اچہا سمجہا ظلم کو برا - عفت کو بہتر جانا - زنا کو بدتر -

اصل فطرت انسانی مین ان امور کو اسی طرح جاننا اور ان کے موافق عملدرآمد رکہنا داخل ہوتا تو ہر کسیکو بلا تعلیم و تعلم انکا علم و عمل حاصل ہوتا - بن سکہائے ہر کوئی خدا کی عبادت کرتا - بن بتائے زنا کو برا جانتا - جیسے اور امور طبعی (سانس لینا ہنسنا رونا - چہینکنا - سونا - جاگنا - آنکھ کھولنا) بن سکہائے ہر کوئی جانتا ہے - مگر ہم صاف دیکہتے ہین کہ کوئی انسان ان روحانی باتون کو بن سکہائے نہین جانتا - اگر آدمی کے بچہ کو پیدا ہوتے کے ساتہہ ہی کسی جنگل مین چہوڑ دیا جاوے اور کوئی اسکو تعلیم نہ کرے تو وہ ان باتون سے بہایم سے بڑہکر نسبت نہ رکہے - اس سی معلوم ہوا کہ یہہ صفات اور اسکے مناسب و نامناسب افعال تعلیمی ہین فطرتی نہین -

(۲) اور اگر یہہ صفات فطرتی ہین تو پہر نبوت و ہدایت عبث ہے - جنکی فطرت مین یہہ روحانی صفات ہین وہ خود بخود اپنے مقتضاے فطرت پر چلین گے اور نیک کام کرینگے - اور جنکی فطرت مین ان صفات کے برخلاف (بہیمی یا حیوانی یا شہوانی) صفات داخل ہین وہ ضرور ان ہی صفات کی مقتضاے پر چلین گے اور ان کے برخلاف کسیکی ہدایت و نصیحت کو ہرگز نہ سنین گے -

(۳) اور نیز اس تقدیر پر اگر دعوت و تعلیمات انبیاء ان امور فطرتی کے موافق ہے تو اس دعوت کے لئے بعثت و نبوت تحصیل حاصل ہے - جو بات کسی کی فطرتی ہوتی ہے اسکی تعلیم و تاکید کی کیا حاجت ہی اور اگر دعوت و تعلیمات انبیاء ان امور کے مخالف ہین تو انپر کسیکا عمل کرنا کیونکر ممکن ہے

پس بعثت و نبوت سے نتیجہ و فایدہ کیا ہے؟

(۲)

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اگر یہہ صفات و افعال انسان کے لئے فطرتی نہ ہوتے تو تعلیم سے انسان کے لئے انکا حصول کب ممکن تہا۔ جسکی فطرت مین ایک کام کی صلاحیت ودیعت نہین ہوتی اسمین تعلیم کیا اثر کرتی ہے۔ دیکہو فطرت انسانی مین اُڑنے کی صلاحیت نہین تو وہ تعلیم سے کب اُڑ سکتا ہے۔ جانورون کی فطرت مین لکہنا نہین تو وہ سکہائے سے کب لکہ سکتے ہین۔ بندر و ریچہ تعلیم سے انسانی حرکات اسلئے کرتے ہین کہ انکی فطرت اس امر کے لایق ہے طوطا سکہا بنیسے انسانی الفاظ اسلئے بولتا ہے کہ یہہ امر اسکی فطرت مین داخل ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیکہنے سکہانے سے ایک چیز کا حاصل ہونا عین اس امر کی دلیل ہے کہ اس چیز کا حصول سیکہنے والے کی فطرت مین داخل ہے۔ اور اگر فطرتی صلاحیت و لیاقت کا تعلیمی امور کے حصول مین دخل نہ ہوتا تو تعلیم سے ہر قسم مخلوق کو ہر چیز کا علم و عمل حاصل ہوتا انسان اُڑتا اور درخت کلام کرتا۔ وعلی ہذا القیاس

اور **معترض** کا یہہ کہنا کہ یہہ امور فطرتی نہین **تعلیمی** ہین، معلوم نہین کیا معنی و مراد رکہتا ہے اگر اس سے یہہ مراد ہے کہ **تعلیم** ان امور کے وجود کی **مثبت** ہے یعنے واقعی اور نفس الامر مین ان امور کا انسان مین وجود نہین۔ تعلیم نے بہ خلاف واقع ان چیزون کا وجود فہم کر دیا ہے اور کسی چیز کو نیک کسیکو بدہ ٹہرا دیا ہے تو اسکا **باطل ہونا** ہم تقریر اعتراض سے پہلے ظاہر کر چکے ہین اور بیان کر آئے ہین کہ یہہ سوفسطائیون کا خیال ہے جو حقایق موجودہ اور انکے خواص و تاثیرات مشاہدہ کے منکر ہین اور یہہ کہنا ایسا ہے جیسے یہہ کہنا کہ آفتاب روشن نہین اور آگ گرم نہین جو اس مقام اثبات نبوت مین لایق تعرض و جواب نہین ہے۔

اور اگر اس سے یہہ مراد ہے کہ **تعلیم** ان امور کے وجود کی **مظہر** ہے یعنی وجود تو ان استعداد کا واقعی ہے مگر اسکا اظہار تعلیم نے کیا ہے۔ تعلیم نہ ہوتی تو ان چیزون کو اکثر لوگ نہ جانتے تو ان معنی ان امور کا تعلیمی ہونا فطرتی ہونے کے مخالف و منافی نہین ہے۔ تعلیم عین موافق

ومطابق فطرت واقع ہوئی ہے فطرت انسانی کا عین منشا ومقتضا یہی ہے کہ ان صفات وافعال کا حصول انسان کو تعلیم سے ہو نہ یہہ کہ بدون تعلیم وتعلم ہر کسیکو یہہ صفات وافعال حاصل ہوجائین۔

اور معترض کا یہہ کہنا کہ (اگر ان امور کا علم وعمل فطرتی ہوتا تو بلا تعلم ہر کسیکو حاصل ہوجاتا جیسے اور امور طبعی کا حال ہے) وہم واشتباہ سے ناشی ہے۔ بیشک خاص وہ امور طبعی جو صرف طبیعت سے پیدا ہوتے ہین۔ خارج سے اُنکو تعلق نہین ہے انسان وغیرہ حیوانات کو بلا تعلیم وتعلم حاصل ہوتے ہین مگر عام امور فطرتی جنکا صدور صرف طبیعت سے نہین ہوتا اور انکا وجود اسباب خارجی (کہ ازانجملہ تعلیم بھی ہے) پر موقوف ہے۔ انسان کو خود بخود بدون تعلیم وغیرہ اسباب کے حاصل نہین ہوتے۔ انکو فطری کہنا اس معنی کر ہے کہ فطرت انسانی مین ان امور کے حصول کا (اُن اسباب سے جو اُسکے لایق ہین) مادہ وملکہ ہے نہ ان معنے کر کہ فطرت انسانی بدون اسباب خارجی انکے وجود کے لئے کافی ہے۔

† یہہ بات کہ وہ تعلیم (جو واقعی صفات وافعال نیک وبد کی مظہر ہے) تمام جہان مین عقل سے ہوئی ہے یا مذہب سے اسکا تصفیہ ہم قبل اثبات نبوت کرنا نہین چاہتے۔ اسمین ہمارا خیال یہی ہے کہ اصل اصول جملہ علوم وکمالات کا (جنکے لئے صرف طبیعت کافی نہین) الہام ہے۔ عقل بھی الہام کے سمجھنے اور اس سے نتائج نکالنے اور اس سے استنباط کرنیکا آلہ ہے جیسے دوربین کے لئے آنکھ۔ خداوند خالق عالم نے سب سے پہلے انسان کو اسی الہام سے سب کچھ سکھایا پھر یہی وقتاً فوقتاً اسی الہام کے ذریعہ سے اپنے بندون پر علوم کا القا کیا۔ انہی لوگون سے اصل اصول علوم کو تمام لوگون نے حاصل کیا۔ پھر خواہ اسمیں بہت کچھ بڑھایا یا کچھ گھٹایا۔ اسکا پورا فیصلہ ہم تقریر اثبات نبوت مین ہوگا۔

اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۳ مین ایسی ہی امور طبعی کے نسبت کہا گیا ہے کہ انکا حصول کسب وتعلیم سے نہین جو جرمنی مین ہوا جسکی وہان بحث ہوی اسکی نسبت خصوم کا یہی ادعا تھا کہ اسکا صدور صرف طبیعت سے ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

انسان کے اکثر امور و صفات فطرتی اس قسم کے ہیں کہ بدون تعلیم اسکو حاصل نہیں ہوتے اسی نظر سے انسان کو مدنی الطبع کہا گیا ہے اور جو امور طبعی انسان کو بلا تعلیم و تعلم حاصل ہوتے ہیں وہ نہایت قلیل و محدود ہیں جنمیں انسان کے ساتھ اور بہایم بھی شریک ہیں (جیسے کہانا۔ پینا۔ سونا۔ جاگنا۔ فضلات (بول و براز) کا دفع کرنا وعلی ہذا القیاس)

اِن روحانی صفات اور ان کے مناسب افعال سے معترض نظر اُٹھا کر اور امور عقلی (جن کے سبب وہ انسان کو بہایم پر فوقیت دیتا ہے اور انکو داخل یا لوازم فطرت انسانی سمجھتا ہے) کیطرف غور سے دیکھے پھر انصاف سے کہے کہ ان امور سے کسی امر کو انسان بدون تعلیم و تعلم حاصل کر سکتا ہے کوئی بلا تعلیم منطق یا علم ہیئت پڑھ سکتا ہے؟ کوئی بلا تعلیم جوتا سینا جانتا ہے؟ کوئی بلا تعلیم گھڑی بنا سکتا ہے؟ وعلی ہذا القیاس۔ جب انسان کے سبھی عقلی کمالات کا یہ حال تو خاصکر روحانی صفات اور اسکے موافق افعال کا تعلیم سے حاصل ہونا کیونکر محل اعتراض ہو سکتا ہے

(۲) اسی جواب میں معترض کے اعتراض دوم (کہ اگر یہ صفات فطرتی ہیں تو نبوت و ہدایت عبث ہے) کا جواب بھی ادا ہوا۔ اسمیں بیان ہو چکا ہے کہ فطرت کے یہ معنی نہیں کہ ان صفات و افعال کے وجود کے لیے صرف فطرت انسانی بلا اسباب خارجی کافی ہے اور سابقاً صحیح بیان ہو چکا ہے کہ ملکیہ و بہیمیہ کے لوگوں کی فطرت میں داخل ہونے سے لازم نہیں آتا کہ لوگ ان صفات کے مناسب کام کرنے میں مجبور ہیں اور بالصفحہ (۴) بیان ہوا ہے کہ اصول سعادت کا حصول و زوال و نقصان و کمال اسباب و وسایل سے ہو سکتا ہے اور یہ امر بھی عین مقتضائے فطرت ہے

اِس بات سے معترض کا اعتراض دوم باطل ہوتا ہے اور صاف ثابت ہوتا ہے کہ لوگوں کو اپنی فطرت کے مقتضا پر چلنا یا نہ چلنا اسباب خارجی سے تعلق رکھتا ہے جس کے سبب انکی فطری بہیمیت کا

خارج سے نہیں۔ اسکے جواب میں کہا گیا ہوگا کہ اگر وہ ایسا امر ہے تو چاہئے کہ ہمیں تعلیم کو دخل نہ ہو حالانکہ وہ امر بڑی مشقت و تکلیف سے حاصل ہوا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ محض طبعی نہیں ہے پر کسی نادانف اسجگہ کے بیان کو اسمقام کے بیان کے مخالف نہ سمجھ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۵)

(باقی آئندہ)

بقیۂ مضمون نمبر ۳

(ہندوستان کے حدیث پر عمل کرنیوالے وہابی نہین)

لائق توجہ گورنمنٹ

تو اس وقت یہہ بات بہی تسلیم کیجاویگی کہ اخوند سوات کے پاس جہاد کے واسطے روپیہ جاتا تہا۔

یہہ ہمنے ہندوستانی وہابیونکی گویا تاریخ بیان کی ہے اور مین درخواست کرتا ہون کہ جب وہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب کی نسبت میری رائے کو پڑہین تو وہ اس مختصر تاریخ کا صرور خیال رکہین مین یقین کرتا ہون کہ میرے اس مضمون سے یہہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ ہندوستان کے وہابیون کا وہ جہاد جسکو ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے گورنمنٹ انگریزی کے متعلق بیان کیا ہے صرف سکہون کے مغلوب کرنے کے واسطے ہوا تہا۔ اور گو باغیون کی اس جماعت نے جو مقام ملکاوستانا مین رہتے تہے ۱۸۵۷ء کے بعد ہماری گورنمنٹ کو کسی قسم کی تکلیف دی ہو لیکن سرحد کی جماعت کو جس مین ہندو اور مسلمان دونون شریک ہون ہرگز جہادیون کی جماعت نہین کہہ سکتے جب ہم ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب کہولتے ہین تو ہم اُسکے اول ہی صفحہ مین یہہ فقرہ درج پاتے ہین کئی سال سے ہماری سرحد پر باغیون کی ایک جماعت نے شورش مچا رکہی ہے اور اکثر اوقات وہان کے اکثر گروہون نے ہمارے لشکر پر آکر حملہ کیا ہے اور دیہات مین آگ لگا دی اور ہماری رعایا کو قتل کیا چنانچہ ہماری فوج کو اُنکی یورش کی بہ تین مرتبہ سرحد پر بڑی لڑائیون مین جانا پڑا۔ پس ڈاکٹر صاحب کی یہہ تحریر نہائیت لطف کی ہے کیونکہ اسکے مطالب کو ان الفاظ

سے مزین اور مستحکم کیا ہے - باغیون کی جماعت "متعصب گروہون" لیکن ہمارے
مضمون کے ایسے پڑہنے والے جو تعصبات سے بری ہین فوراً ڈاکٹر صاحب سے یہہ
بات دریافت کرینگے کہ اس جماعت سے صاحب موصوف کن لوگون کو مراد لیتے ہین اگر
صاحب موصوف اس جماعت سے اُن وہابیون کی طرف اشارہ کرتے ہین جو سکہون پر
جہاد کرنے کے واسطے سرحد پر سکونت پذیر ہوئے تہے - تو مین ابہی کہہ چکا ہون کہ یہہ
بیان محض بے اصل ہے اور اگر انکی مراد اس جماعت سے وہ لوگ ہین جو ۱۸۵۷ء
کے بعد ملکا اور ستانا مین جا رہے تہے جسمین ہندو اور مسلمان دونون شامل تہے تو اس
صورت مین ڈاکٹر صاحب کے اس سوال کا کیا مطلب ہوگا کہ "کیا ہندوستان کے مسلمانون
پر اپنے مذہب کے رو سے ملکہ معظمہ پر جہاد کرنا فرض ہے" کیونکہ ان لوگون کے فتنہ و
فساد کو اس سے کیا تعلق ہوگا - ڈاکٹر صاحب اپنی کتاب کے اول صفحہ مین لکہتے ہین کہ
"بارہا سرکاری تحقیقاتون سے یہہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہندوستان کے تمام اضلاع مین
سازش و فساد کا گویا جال پہیل رہا ہے اور پنجاب سے آگے جو پہاڑ برف سے ڈہکے ہوئے
ہین وہان سے لیکر اُن گرم میدانون تک جنمین سے گذر کر دریائے گنگ سمندر مین گرتا
ہے برابر باغی لوگ بستے ہین اور سرکاری رستون سے برابر دو ہزار میل تک یہہ لوگ
روپیہ اور آدمی منزل بمنزل باغیون کے لشکر مین بہیجتے ہین اور اس سازش مین اکثر
دولتمند اور تیز فہم لوگ بہی شریک ہین مگر وہ اپنے روپیہ کو بڑے انتظام اور ہوشیاری
سے روانہ کرتے ہین پس ایسے امور کے لحاظ سے گویا اب بغاوت کا نہایت خوفناک کام
بمنزلہ ایک ساہوکاری کے ہوگیا ہے" پس اس فقرہ کے دیکہنے سے اور جو فقرہ ڈاکٹر صاحب
نے اپنی کتاب کے آغاز مین لکہا ہے اس کے دیکہنے سے اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ
یہہ سازش بنگالہ کے مسلمانون نے انگریزی حکومت کے تہ و بالا کرنے کے واسطے علانیہ
تمام ہندوستان کے مسلمانون کے ساتہہ کی ہوگی حالانکہ میری دانست مین ڈاکٹر ہنٹر صاحب

یہی اس بات کو تسلیم کرنیکے کہ یہہ سازش بغاوت کے علاوہ اور امور مین بھی ہوسکتی ہے۔ کیونکہ میری اور ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی دونونکی راے مین اب یہہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ ہندوستان مین کبھی سکھون پر حملہ کرنیکے واسطے بھی یہہ سازش ہوئی تھی۔ پس اس سازش کو گورنمنٹ ہند کے مطالب کے برخلاف بیان کرنا اور اُسکے سبب سے تمام فرقہ اہل اسلام کی جانب سے عام لوگون کو بدظن کرنا ہرگز بجا نہین معلوم ہوتا۔

{ اسکے بعد ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے اس قول کا جواب تھا جس مین انہون نے بعض سرکاری خطوط } { اخبار نویس مسلمانون پر کچھہ حرف گیری کی تھی جسنے اُسکو سرحدی بیان سے اچھی طرح نقل نہین کیا }

صفحہ ۱۲ مین ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اُن باغیون کا ذکر کیا ہے جو سرحد پر رہتے ہین اور اُنہی کے ذیل مین سید احمد صاحب کے بھی حالات بیان کئے ہین اور جسطرح پر وہابیت کے مخالفین نے مذاق سے یہہ کہدیا تھا کہ سید احمد صاحب گویا ایک پیغمبر ہین اور اُنکے فلان شخص چار خلیفہ ہین اسیطرح ڈاکٹر صاحب نے بھی اُنکو پیغمبر لکھا ہے۔ اور صفحہ ۱۳ مین بیان کیا ہے "سید صاحب نے اپنے گماشتے اسواسطے مقرر کردے تھے کہ جو بڑے بڑے قصبے اونکے راہ مین واقع تھے وہان جاکر وہ لوگ تجارت کے منافع مین سے اپنا ایک محصول لیا کرین" مگر ہماری دانست مین ڈاکٹر صاحب کے اس بیان کے واسطے کچھہ سند نہین ہے۔

صفحہ ۱۴ مین ڈاکٹر صاحب لکھتے ہین کہ سید احمد صاحب نے ان خلیفون کے دنیوی طمع کو اپنی لوٹ گھسوٹ کے بڑے بڑے وعدون پر بہت کچھہ بڑھا رکھا تھا اور اُن کے عقیدے کو اس بات پر پکا کر دیا تھا کہ مجھکو خداوند تعالے نے تمام کفار یعنی سکھون سے لیکر چین والون تک نیست و نابود کرنے کا حکم دیا ہے" ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے بیان کو مطابق کرتے ہین تو سکھو چین والون کا کہین پتہ بھی نہین ملتا۔ پس امید ہے کہ ڈاکٹر صاحب ہمکو ازراہ مہربانی ضرور مطلع فرمائینگے۔ کہ اُنہون نے چین والون کا ذکر کہان سے لیا ہے اور اسکی کیا سند ہے۔ صفحہ ۱۵ مین ڈاکٹر صاحب موصوف بیان فرماتے ہین "شمالی ہندوستان

کے اُن سردارون اور راجاؤن نے جو دل مین کچھہ ناراض تھے برابر سید احمد صاحب کے لشکر کو فوجین بہیجی تہین" اگر ڈاکٹر صاحب اس مقام پر اپنا مطلب زیادہ وضاحت کے ساتھہ بیان کرتے تو نہائیت مناسب ہوتا۔ کیونکہ اِس فقرہ سے کسی شخص کو صاف صاف یہہ بات نہین سمجھہ مین آتی کہ یہہ ناراض سردار کون تھے۔ اور وہ کس سے ناراض تھے علاوہ اسکے جو ماجرا کوہ ہمالیہ مین واقع ہوا تہا اُسکے بیان مین صاحب موصوف نے اپنی قوت متخیلہ سے زیادہ کام لیا ہے اور اسکے بعد فقرہ ذیل مین اُس سے بہی کچھہ زیادہ خیال بندی فرمائی ہے "سید احمد صاحب نے جو خلیفہ ۱۸۲۱ء مین مقام پٹنہ معین کئے تھے ان مین سے دو شخص سرحد کی جانب گئے اور اُنہون نے وہان جاکر اس بات کو لوگون کے خوب ذہن نشین کیا کہ سید احمد صاحب نے انتقال نہین فرمایا بلکہ وہ صرف بطور کرامت غائب ہو گئے ہین آئندہ کسی مناسب وقت مین ایک ملکوتی فوج لیکر ظاہر ہونگے اور ہندوستان سے کفار کو نکال دینگے" یہہ بیان محض افترا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اس بیان کو وہابیون کے ساتوین+ عقیدہ کے اس معنی کی تصدیق کے واسطے درج کیا ہے جو اُنہون نے اپنی طرف سے بیان فرمائے ہین شاید ڈاکٹر صاحب نے یہہ بات کسی ایسے شخص کی زبانی سُنی ہوگی جو وہابیون کے مخالف عقیدہ رکہتا ہوگا یا وہابیون پر جہوٹہا الزام لگانیکے واسطے آمادہ ہوگا کیسی افسوس کی بات ہے

+ وہ عقیدہ یہہ ہے۔ جو انریبل صاحب نے اپنے رسالہ کے صفحہ (۸) مین ڈاکٹر صاحب سے نقل کیا ہے۔ ہفتم مرشد کامل کی اطاعت کرنا" پہر بصفحہ ۱۰ کہا ہے کہ "مین نہین سمجھتا کہ مرشد کی لفظ سے جو ساتوین مسئلہ مین بیان ہوا ہی مصنف موصوف کی کیا مراد ہے۔ اگر اس سے انکی مراد ایمان کی رہنما ہی تو یہہ انکی غلطی ہے کیونکہ تیسرے مسئلہ کی بموجب انپر بلا سمجھی سوچی کسی مرشد کی اطاعت کرنا فرض نہین ہے اگر انکی مراد اس سے بادشاہ مذہب اسلام سی ہے تو انکا بیان صحیح ہے۔ مگر صاحب موصوف ایک بات کا بیان کرنا بہول گئی ہین وہ یہہ ہے کہ جب تک کوئی کافر بادشاہ مسلمانون کی مذہب مین دست اندازی نکرے اُسوقت تک اُنپر اس کافر کی اطاعت کرنا فرض ہے۔

کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب مین مسلمانون کے عقاید بیان کرنے مین نہایت پوچ باتون پر بھروسہ کیا ہے اور ایک ایسے عالم نے صریح ظلمت و نور مین امتیاز نہین کی جسکے سبب سے اسکی ہوشیاری مین بڑا شک لگتا ہی ایک اور فقرہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب مین ایسا لکھا ہے کہ جو انگریز اپنی رعایا کے دلونمین اپنی محبت کا تخم بونا چاہتے ہین وہ ہرگز ایسے فقرہ کو نہ لکھین گے جس سے اونکی مطلب مین خلل پڑتا ہے وہ فقرہ یہہ ہے "ہر ایک مسلمان نے جو اسقدر سرگرم تھا کہ عیسائی گورنمنٹ کے عہد مین خاموش نہین رہ سکتا تھا اپنی کمر باندہی اور ستانا کے لشکر مین جانے کو مستعد ہوا" پس تمام ایسے مسلمانون کی نسبت جو ہندوستان مین چپ چاپ بیٹھے تھے یہہ کیسی عام تہمت سے معلوم ہوتا ہے شاید ڈاکٹر صاحب اس بات سے واقف نہین ہے کہ مسلمانون کے مذہب مین خصوصاً وہابیون کے عقاید کے موافق اس باب مین کیا ہدایت ہے یا شاید ڈاکٹر صاحب دیدہ اور دانستہ ان کی معنی غلط بیان کرتے ہین وہابی لوگ اپنے رسول کے احکام کی سچی سچی اطاعت کرتے ہین اور یہہ بات مشہور ہے کہ جب آنحضرت کے زمانہ مین مکہ کے مسلمانون کو اذیت پہونچی تو آنحضرت نے اپنے کچھ پیرؤن کو حکم دیا کہ وہ حبش کے عیسائی سلطنت مین جاکر پناہ لین پس اب یہہ بات کہنا کہ کچھ مسلمان انگریزی سلطنت مین خاموش نہین رہ سکتے تھے اور سرحد پر جانا چاہتے تھے محض افترا ہے کیا ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے نزدیک جو مسلمان ہندوستان مین باقی رہے تھے انمین کوئی بھی پکا مسلمان نتھا یعنے یہہ بیان کیا تھا کہ جو لوگ جہاد کے واسطے سرحد پر جمع ہوئے تھے وہ گورنمنٹ انگریزی پر حملہ کرنا نہین چاہتے تھے چنانچہ میرے اس بیان کی تصدیق ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی اس تحریر سے ہوتی ہے جو انکی کتاب کے صفحہ ۲۳ مین موجود ہے وہ لکھتے ہین کہ اسی سال یعنی ۱۸۶۳ء مین انہونے ہمارے ایک رفیق یعنے ریاست امب کے سردار پر حملہ کیا جسکے سبب سے انگریزی فوج کا روانہ کرنا ضرور معلوم ہوا" بعد اسکے ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہین کہ "مین اُن زیادتیون اور لوٹ

گہسوٹ اور قتل وقتال کا مفصل ذکر نہین کرتا جنکے باعث سے ۱۸۵۸ء مین گورنمنٹ انگریزی
کو سرحد کی قومون سے لڑنا پڑا اور اُس عرصہ مین سرحد کی قومون کو ہمیشہ متعصب مسلمانون نے
گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت پر برانگیختہ رکھا" پس مین پوچہتا ہون کہ ڈاکٹر صاحب اپنے
اس بیان کی سند کیا رکہتے ہین اور انکو کیسے معلوم ہوا کہ سرحد کی قومون کی یہہ دایمی مخالفت
متعصب مسلمانون کے برانگیختہ کرنیسے تہی اگر صاحب موصوف نے اپنے اس خیال کو اس
بنا پر پیدا کیا ہے کہ سرحد کی قومین سیکڑون برس سے ان لوگون کے ساتہہ جنگ و پرخاش
رکہتی تہین جو انکے متصل رہتے تھے تو میری دانست مین صاحب موصوف کی جانب سے
ہمارے مسلمانون پر ناحق کی تہمت ہے اور مجہکو اسکے سبب سے سخت حیرت ہے کیونکہ وہ
قومین تو خود ہی اسقدر جنگجو اور پُرکینہ ہین کہ انکو کسیکی ترغیب و تحریک کی ضرورت ہی نہین
ہے اسکے بعد صاحب موصوف لکہتے ہین کہ اُس عرصہ مین یعنی ۱۸۵۷ء مین اُن باغیون نے
جو ستانا مین تہے بنظر دانشمندی یہہ کام کیا کہ خود تو سرکاری فوج سے علانیہ مقابل نہوئے
مگر درپردہ سرحد کی قومونکے دلونمین جوش و خروش پیدا کرتے رہے اور متعصبانہ اثر اُن
کی طبیعتونمین ڈالتے رہے" مگر اُنکے اس بیان سے میرے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے
کہ جس جہاد کا منصوبہ ہندوستان مین ہوا تہا وہ سکہونکی نسبت تہا گورنمنٹ انگریزی پر حملہ کے
واسطے نہ تہا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو جو لوگ مذہبی جوش کے پیدا کرنیمین ایسے سرگرم تہے کہ وہ اپنے
جوش مین آکر سکہون سے لڑتے تھے دس برس تک گورنمنٹ انگریزی پر حملہ کرنیسے باز
نہ رہتے اور یہہ ایک ایسی بات ہے جسکو میری دانست مین سب لوگ تسلیم کرینگے مگر ڈاکٹر ہنٹر
صاحب اس قابل تسلیم بات سے اسلئے اپنی لاعلمی ظاہر کرتے ہین کہ اسکے سبب سے انکا یہہ
قصہ نہائیت پر تاثیر ہوجاوے اور جو سرنامہ انہون نے اپنی کتاب کے واسطے تحریر کیا ہی جسکا
ترجمہ یہہ ہے کہ "ہندوستان کے مسلمانون پر ملکہ معظمہ پر جہاد کرنا فرض ہے" اس سرنامہ کی معنی
کو تقویت حاصل ہو اب ہم ۱۸۶۳ء ۶۱ و ۵۸ و ۵۷ کا ذکر کرتے ہین ڈاکٹر ہنٹر صاحب بیان فرماتے ہین کہ

۱۸۵۷ء مین ستانہ کے باغیون نے گورنمنٹ انگریزی پر حملہ کرنیکے ایک عام سازش کرنی چاہی اور نہایت جرات کی ساتھہ انہون نے گورنمنٹ انگریزی سے اس بات کا تقاضا کیا کہ وہ انکو ایک تاوان کے وصول مین مدد دے اپنی کتاب کے حاشیہ مین ایک مقام پر صاحب موصوف نے خاص کر یہہ بیان کیا ہے کہ قوم یوسف زئی اور یخ تارہی اس سازش مین شریک تہین پس مین یہہ بات جانتا ہون کہ البتہ یہہ پہلی دو قومین ۱۸۵۷ء مین گورنمنٹ انگریزی سے لڑنیکا ضرور ارادہ رکھتی ہونگے - اسلیے کہ اس ہنگامہ مین لوٹ گھسوٹ اور دنیوی فایدہ کا نہایت عمدہ موقع حاصل تہا اور اُس عرصہ مین بلاشبہہ بہت سی اور قومین بھی اُس بات پر ایسی آمادہ تہین کہ انکو کچھہ ستانا کے باغیونکی تحریک کی ضرورت نہ تہی علاوہ اسکے اس بات کو سنکر ہر شخص تعجب کریگا کہ جب ۱۸۵۷ء مین ستانا کے باغیون کی جانب سے ایسی عام سازش ہوئی تہی تو صرف ایک ہی برس بعد یعنی ۱۸۵۸ء مین ستانا اور سرحد کی قومون کے باہم کیون اسقدر نفاق ہوگیا کہ ان قومون نے اُنپر حملہ کیا اور انکا بڑا متعصب سردار سید عمر شاہ نامی جسکا ذکر صفحہ ۵۲ کے حاشیہ مین ہے اس حملہ مین مارا گیا میری دانست مین تو اس سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ پہاڑی قومون مین انکا کچھہ رعب تہا ڈاکٹر ہنیگر صاحب کا بیان ہے کہ یہہ لوگ قرب وجوار کے پہاڑی باشندون سے محصول لیا کرتے تھے (صفحہ ۲۴) مگر میری یہہ رائے ہے کہ عنایت علی اور ولایت علی کے انتقال کے بعد چند آدمی پہلی جماعت مین کے رہگئے تہے اور وہ اسقدر کم زور تہے اور خود انہی مین باہم اسقدر نفاق تہا کہ وہ اس قسم کا ارادہ ہرگز نہین کر سکتے تہے البتہ ۱۸۵۷ء مین اور اسکے بعد کچھہ سرکاری فوج کے پکڑے ہوئے سپاہی اور کچھہ اور لوگ ستانا مین جمع ہوگئے تہے اور انمین ہندو اور مسلمان سب تہے اور ہمارے پہلے بیان کے موافق یہہ وہی لوگ تہے کہ ہندوستان سے جلاوطن کردے گئے تہے اب ہمکو خود ڈاکٹر ہنیگر صاحب کے بیان سے یہہ بات ثابت ہوگئی (صفحہ ۲۴) کہ ۱۸۵۸ء سے لیکر ۱۸۶۳ء تک اُن متعصب مسلمانون اور انگریزی فوج

مین کبھی لڑائی نہین ہوئی جسکا ذکر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے لکھا ہے البتہ ۱۸۵۷ء کے بعد کئی لڑائیان ہوئین لیکن ان لڑائیون سے کیا نتیجہ نکلا - میری دانست مین تو ان سے صاف صاف یہہ نتیجہ نکلا کہ جو کچھہ اس سال کے بعد ظہور مین آیا اُسمین اغوا کرنیوالے سرکاری فوج کے باغی سپاہی تھے سید احمد شاہ صاحب کے گروہ مین کا ایک شخص بھی اسمین شریک نتھا اور جسطرح سے ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے اور اقوال کی سند نہین ہے اسطرح اُنکے اس قول کی بھی اصل نہین ہے کہ جو شعلہ ہندوستان مین بھڑکا تھا اس شعلہ کو ہندوستان کے متعصب مسلمان اور زیادہ بھڑکاتے تھے جو ہنگامے گورنمنٹ انگریزی کے مقبوضہ دیہات مین بیچون کی چوری اور غارت گری اور آتش زدگی وغیرہ کے ظہور مین آئے ہین انمین سرحد کی قومونکی بہت کچھہ سازش اور شرکت تھی بس ان ہنگامون کو سید احمد صاحب کے پیرؤن کی طرف منسوب کرنا اور انکے باعث سے ہندوستان کے تمام مسلمانون کو متہم کرنا نہایت ہی نازیبا ہے -

ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب اول کے آخیر مین امبیلہ کی لڑائی اور سرحد کی قومون کے اُس فساد کا بھی ذکر ہے جو ۱۸۶۳ء مین انہون نے کیا تھا مگر اس مقابلہ کی نسبت میری یہہ رائے ہے (اور جو انگریزی افسر اُس موقع پر موجود تھے وہ بھی اسکی تصدیق کرتے ہین) کہ انکا یہہ مقابلہ کچھہ مقام ملکا کے باغیون کی محبت کے سبب سے نہ تھا بلکہ گورنمنٹ انگریزی سے جو انکی مرضی کے خلاف اُنکے ملک مین ہو کر حملہ کیا تھا اس سبب سے وہ ناراض ہوگئی تھین مگر انکی ناراضی بھی حق بجانب تھی اگر انکو یہہ اطلاع ہوئی کہ ہم صرف درہ امبیلہ سے رستہ چاہتے ہین تو غالبًا وہ سب گورنمنٹ انگریزی کی طرفدار ہوتین مگر ان کو ہماری منصوبونکی اطلاع نہ ہوئی اس سبب سے اُنکے دل مین شبہ پیدا ہوا اور اسی شبہ کے سبب سے انہون نے ستانا کے گروہ کی طرفداری کی مگر مین یقین کرتا ہون کہ ایسے موقع پر اگر بجاے پہاڑی قومون کے انگریز لوگ ہوتے اور ان کو ایسی صورت پیش آتی تو وہ بھی ایسا ہی کرتے

صفحہ ۳۹ مین ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے محمد سجن اور محمد یعقوب اور مولوی عبدالرحمان تین آدمیونکا

ذکر کیا ہے لیکن یہہ نہین لکہا کہ یہہ تینون سردار کہان سے آئے تہے آیا پٹنہ سے آئے تہے یا جنوبی بنگالہ سے یا شمالی ہندوستان سے یا کہین اور سے آئے تہے حالانکہ ہر شخص انکے حالات کی تفتیش اور تحقیق کا خواہان ہے مین اُنکے نامون سے محض ناواقف* ہون اور گو مینے انکی نہایت تحقیقات کی مگر مجہکو کہین پتا نہین لگا ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے گورنمنٹ پنجاب کی طرف سے اس بات پر افسوس ظاہر کیا ہے کہ گورنمنٹ موصوف ہندوستان کے متعصب مسلمانون کو نہ نکال سکتی ہے اور نہ اُنکو اس شرط سے گورنمنٹ کا مطیع کر سکتی ہے کہ وہ گورنمنٹ کی اطاعت قبول کرین اور ہندوستان مین اپنے گہرون کو لوٹ آوین (صفحہ ۴۱ و ۴۲) مگر صاحب موصوف نے بنظر دانشمندی یہہ نہین لکہا کہ وہ متعصب مسلمان ۱۸۵۷ء کے باغی تہے یا سید احمد صاحب کے گروہ کے باقیماندہ لوگ تہے اگر صاحب موف اس بات کا بہی مفصل ذکر کرتے تو یہہ باب عمدہ طور سے ختم ہو جاتا۔

ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب کے صفحہ ۴۵ مین ایک شریر اور زبردست آدمی تتو میان نامی کی اُن زیادتیون کا ذکر ہے جو اُسنے معاملات اراضی کے متعلق کی تہین اور ہندؤن کی گایون

---

* مولوی محمد اسحٰق صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب دہلی کے مشہور و نامی علما تہے جنسے انریبل صاحب بہی بخوبی واقف ہین چنانچہ اپنے رسالہ کے صفحہ ۲۲ مین انکا ذکر کرتے ہین جو ہمارے رسالہ کے صفحہ ۳۴۳ مین گذرا مگر یہہ دونون مولوی صاحبان سرحد مین نہین گئے۔ بہت زمانہ دہلی مین رہے۔ غدر سے پیشتر دونون صاحب مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے اور وہان ہی فوت ہوئے اس بات کو دہلی کے زن و بچہ جانتے ہین انکا سرحد پر جانا کسیکے خیال مین نہین ہے۔ اسی نظر سے شاید انریبل صاحب نے ان نامونکے مولویون سے جو سرحد پر گئے تہے لاعلمی بیان کی ہے۔

رہے مولوی عبداللہ جنکا سرحد پر جانا ڈاکٹر ہنٹر صاحب بیان کرتے ہین انکو ہم بہی نہین جانتے کہ وہ کون تہے اور کہانکے تہے اور کب گئے ہان ایک مولوی عبداللہ جو اسوقت سرحد پر موجود ہین انکی نسبت جو ہمارا علم و خیال ہے اُسکو ہم بعد اختتام کلام انریبل صاحب کے (جو سرحدی حالات کے بیان مین ہم نقل کرنا چاہتے ہین) ظاہر کرینگے۔

کو بجبر حلال کیا تھا اور یہہ بھی لکھا ہے کہ اسی عرصہ مین کسی دولتمند مسلمان کی بیوہ لڑکی کا نکاح بغیر رضامندی اُسکے وارثون کے اُس گروہ کے کسی سردار سے ہوا تھا اور ان سب باتون کو ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے وہابیون کی ایک ایسی سازش کا نتیجہ قرار دیا ہے جو انگریزی حکومت کے تہ و بالا کرنیکے واسطے کیگئی تھی حالانکہ یہہ ایسی فضول اور لغو تہمتین ہین کہ انکا جواب دینا بھی فضولیات معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایسے فساد اور جھگڑے ہمیشہ تمام ہندوستانین ہوتے رہے ہین مگر انکو کبھی سرکاری معاملات سے کچھہ سروکار نہین ہوا اور نہ انکو کسی نے انگریز دشمن سمجھا ڈاکٹر صاحب نے سید احمد صاحب کے کرامتہ غائب ہوجانے کے قصہ کو کسی قدر مبالغہ اور اصرار کے ساتھہ بیان کیا ہے حالانکہ یہہ ایک ایسا لغو قصہ ہے جسکو اسوقت کے عام مسلمان بھی اپنے اعتقاد مین نہایت ضعیف سمجھتے تھے پس جسقدر کہ ڈاکٹر صاحب موصوف ان مسلمانون کی ضعیف الاعتقادی کو لوگون کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہین درحقیقت اسکی کچھہ اصل نہین۔

اب مین اس مضمون کے ناظرین کو اس خط کے مضمون کیجانب مائل کرتا ہون جو بنگالہ کے ایک راسخ الاعتقاد عالم نے لکھا تھا اس خط مین عالم مذکور نے اولاً سید احمد صاحب کے کرامتہ غائب ہوجانیکے قصہ کی اصلیت دریافت کی ہے اور اُسکے بعد اپنے معتقدین کو یہہ ہدایت کی ہے کہ وہ وہان سے اپنے گھرون کو واپس چلے آوین پس ذرہ سوچنا چاہیئے کہ اس عالم کی اس چٹھی اور اس ہدایت کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ ہمارے نزدیک تو اُس سے صاف یہہ عمدہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہہ شخص اپنی صفائی طبیعت سے اس بات کو بہت بُرا سمجھتا تھا کہ مذہبی سرگرمیون کو دھوکہبازی سے برانگیختہ کرے اور اُسکا یہہ منشا ہرگز نہتھا کہ وہ سلطنت انگریزی مین کسی قسم کا فتور برپا کرے حالانکہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اسکو بھی ایک متعصب عالم لکھا ہے ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب کے صفحہ ۱۶ مین سید احمد صاحب اور عبدالوہاب کی ایک مفصل تاریخ لکھی ہے وہ تحریر فرماتے ہین کہ جو باتیں اتبک انکے دلمین بطور خواب و

وخیال کے تہی وہ انجام کار ایک اتشین شعلہ بنکر اس درجہ کو پہونچی کہ وہ اپنی دلمین جملہ اضلاع ہندوستانمین اسلام
کا جہنڈا قایم خیال کرنی لگے اور انگریزونکی مذہبی آثار کو انکی نعشونکی ساتہہ گویا زمین مین مدفون سمجہنے لگے
پس اسمین شبہہ نہین کہ سید احمد صاحب اور اگر ٹہیک ٹہیک سمجہو تو مولوی اسمٰعیل صاحب نے اپنی تمام ہمت
کو اس بات پر مصروف کیا تہا کہ جہانتک ممکن ہو ہندوستانمین اپنے مذہب اسلام کی تہذیب اور
اصلاح کرنی چاہیئے اسلئے کہ ہندوستانمین بہت سی بے اصل باتین مسلمانونکی مذہب مین داخل
ہوگئی تہین اور اسی لحاظ سے ڈاکٹر صاحب کا یہہ قول نہایت صحیح ہے کہ سید احمد صاحب تمام اضلاع ہندوستانمین
اپنی مذہبی تہذیب کا جہنڈا قایم کرنا چاہتی تہے مگر یہہ بالکل غلط ہے کہ وہ گورنمنٹ انگریزی کے مذہب کے
نیست و نابود کرنیکے فکر مین تھے میری دانست مین ڈاکٹر صاحب کی یہہ رائے بالکل بے سند ہی اور اس
قابل نہین ہے کہ اسپر ذرا بہی التفات کیا جاوے جو اطلاع سید احمد صاحب نے مسلمانون کو دی تہی
وہ صرف اس بات کی تہی کہ وہ سکہون پر جہاد کرنیکے لئی آمادہ ہون پس ڈاکٹر صاحب کی رائے
خود سید احمد صاحب کی اس ہدایت سی ہی بالکل باطل ٹہرتی ہے اور کوئی وہابی ایسی رائے ظاہر بہی نہین کرسکتا تہا
اسلئے کہ وہ انکے عقائد کے بالکل خلاف ہوتی مین جانتا ہون بلکہ مجہکو یقین کامل ہے کہ غالباً اس معاملہ
مین ڈاکٹر صاحب کو کسی ایسے شخص نے دہوکہہ دیا ہے جو وہابیت کے خلاف اعتقاد رکہتا ہے۔ ۱۱
یہہ **خاتمہ** کلام انرایبل صاحب ہی جو سرحدی حالات کی باب مین انہون نے فرمایا ہی اسمین جو بیان کیا گیا ہے
کہ سرحدی بغاوتونمین اہلحدیث (یا وہابیون) کی کبہی سازش نہین ہوئی اور سید احمد صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب
اور انکی باقیماندہ گروہ نی کبہی گورنمنٹ انگلشیہ کی مقابلہ کا ارادہ نہین کیا اور نہ کبہی اس غرض و ارادہ سے ہندوستان سے
سرحد پر آدمی یا روپیہ بہیجا گیا ہی ہمارے خیال و معلومات کی شہادت کی رو سے بہی راست و نہایت درست ہے **مگر** معلوم
نہین کہ انرایبل صاحب نی پانچوین زمانہ کی حالات مین صرف انہی غدر کے مفرور باغیونکا (جو نیپال و بیکانیر و راجپوتانہ
کے بیابانون سے ملکا وستانا کے قریب جمع ہوگئے تہی) حال بیان کیا اور گروہ سید احمد صاحب کی ان باقیماندہ لوگونکا جو
اس زمانہ مین اس نواح مین تہے اور ابتک اسی سرحد مین موجود ہین کیون ذکر نہین کیا **غالباً** انریبل صاحب
کو ان لوگون کے اصلی حالات کا علم معتبر وسیلہ سے حاصل نہین ہوا اس لئے انسی انکا ذکر فروگذاشت ہوا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

جہانتک ہمکو انکا علم ہی ہم اُسکو بنظر خیرخواہی گورنمنٹ و ملک و برادران اسلام کی بیان کرنا مناسب سمجھتے ہین
ہمکو متعبر اشخاص (جو بعض سرحدی افیسرون گورنمنٹ ہند کی طرف سے اُس گروہ مین کئی بار گئی ہین)
کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ سرحد ہزارہ مین اُس گروہ کی باقیماندہ اشخاص ابتک موجود ہین جنکے سردار مولوی عبداللہ
پسر مولوی ولایت علی ہین **مگر** انکا یہہ ارادہ نہین ہے کہ وہ گورنمنٹ سے مقابلہ کرین یا گورنمنٹ کا ملک فتح کرلین اور
نہ کبہی انہون نے اس ارادہ سی گورنمنٹ کی مقابلہ مین پیش قدمی کی ہے **وہ** لوگ اپنی جان بچانیکے لئے
وہان پناہ گزین ہین اسکے سوائے اور کوئی خیال و سرکار نہین رکہتی ایک زمانہ تک وہ اپنے اُسی پرانے عزم پر
(جسکا ظہور و اثر بقول انریبل سید احمد خانصاحب بہادر کے اُنکی چوتہے زمانہ کی اخیر تک رہا پہر اسکا اختتام ہوگیا تہا)
رہی اسکے بعد وہ سرحدی باغی اقوام کی شورشون اور مفسدون مین شریک سمجھی گئے (چنانچہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے سمجہا ہے)
کو واقع مین وہ شریک نہ تہی (چنانچہ انریبل سید احمد خانصاحب نی اُنکے جواب مین ثابت کردیا ہی کہ انکا ایک آدمی بہی
انمین شریک نہتہا) اور بعید نہین کہ جب اُنپر بلا وجہ ہاتہہ اوٹہایا گیا ہو تو انہون نے اپنی جان بچانیکی لئے
ہاتہہ ہلایا ہو پس وہ اس شراکت (واقعی یا خیالی) کی سبب متہم ہوکر خائف مواخذہ گورنمنٹ ہوگئی اور
ابتک وہ اسی خوف مین ہین اور اُس جگہہ کو جائے پناہ و امن سمجھتے ہین - **ہمارے خیال** مین
اگر گورنمنٹ از راہ مراحم و الطاف خسروانہ انکو پوری طمانیت و امن دیکر وہانسے بلالی تو غالباً وہ لوگ اُس جگہہ
کو چہوڑ آوین - اس امر کی تجویز و تحریک کے لئی ہمارے خیال مین کئی صورتین ہین جنکو پولٹیکل معاملات
سمجہکر ہم پبلک طور پر شائع نہین کرسکتے - اگر کوئی پولٹیکل افیسر پرایوٹ طور پر ہمسی اُن صورتونکا
استفسار کری اور اس باب مین ہماری قوت علمیہ و عملیہ سی (جسقدر کہ ہی گو نہایت ہی قلیل اور حقیر کیون
نہو) کام لینا چاہے تو ہم حاضر ہین **ہم** یہہ بہی **خوب** جانتے ہین کہ ایسے امور سلطنت مین اُنہی لوگون
کی بات کی طرف توجہ ہوتی ہے جو پولٹیکل مین اور امور سلطنت مین مشیر و دخیل ہوتے ہین **مگر** اس امر کے
لحاظ سے ہمکو اپنی خیال کے اظہار سی جسکو ہم گورنمنٹ اور ملک اور اسلامی بہائیون کیلئے بہتر سمجھتی ہین رک جانا مناسب نہین ہے
سر ہنری ڈیوس صاحب سابق لفٹنٹ گورنر پنجاب کی خدمت مین بوساطت ایک پولٹیکل افیسر کے ہمنے اپنے اُن خیالات کا
اظہار کیا تہا - صاحب موصوف نے اُن خیالات کو پسند کیا مگر اُنکے اہتمام و انصرام کا بوجہ اپنی ذمہ نہ لیا بلکہ ہمپر ڈالنا چاہا